ولایت نکاح

اسلامی نقطہ نظر

تلخیص

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی
شیخ الحدیث و پرنسپل جامعہ دار العلوم مئو

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	ولایت نکاح اسلامی نقطۂ نظر
تلخیص	:	ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی
صفحات	:	۳۸
سن طباعت	:	۲۰۱۵ء
قیمت	:	

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱–ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی–۱۱۰۰۲۵

فون 26981327 -011:

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح سماجی زندگی کا ایک پائیدار، مستقل اورعمر بھر کا رشتہ ہے، کیونکہ اسی سے خاندان کی تشکیل، اطمینان کا حصول اور استحکام ودیگر مقاصد حاصل ہوتے ہیں، اسی لیے کتاب وسنت میں عبادات کے بعد سب سے زیادہ نکاح وطلاق وزوجین کے حقوق وفرائض اور ازدواجی زندگی سے متعلق جزئیات ملتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی رہنمائی کے طور پر امت کو یہ بات سمجھائی کہ رشتے طے کرنے میں کن چیزوں کا لحاظ رکھنا چاہئے، ان میں سے ایک اہم چیز ''نظام ولایت ہے جس سے ہم آہنگی اور اعتدال قائم رہتا ہے مگر افسوس کہ اس سلسلہ میں مسلم سماج میں بے اعتدالی کی صورت حال ہے، ایک طرف مغربی تہذیب کے غلبہ کی وجہ سے اپنے طور پر اپنے شریک زندگی کے از خود انتخاب کر لینے کا رجحان پیدا ہورہا ہے اور اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، دوسری طرف بعض اولیاء اپنی مرضی کا رشتہ لڑکی پر تھوپنا چاہتے ہیں جو نہ شرعاً درست ہے نہ اخلاقاً اور اکثر یہ دونوں رشتے ناکام ہوتے ہیں، اس لیے ہونے والے زوجین اور ان کے اولیاء کے باہمی اتفاق رائے سے رشتے طے کئے جائیں، لڑکے اور لڑکیاں اپنے اولیاء کی رائے کو بوجھ نہ سمجھیں نیز اولیاء زوجین کے مزاج ومذاق اور ان کے جذبات کا لحاظ رکھیں اور جو رشتہ انہیں پسند نہ ہو اس پر انہیں مجبور نہ کریں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ہر سوال اور اس کی تلخیص رقم کی جارہی ہے۔

سوال ۱) شریعت اسلامیہ میں ولایت کا مفہوم کیا ہے اور ولایت علی النفس کے لیے کیا شرطیں ہیں۔

جواب ۱) ولایت کی چند تعریفات کتب فقہ میں موجود ہیں جن میں سے دو تعریفات

پیش ہیں: زین الدین بن ابراہیم الشہیر ابن نجیم (۹۲۶ — ۹۷۰) تحریر فرماتے ہیں :
''الولایة تنفیذ القول علی الغیر شاء أو ابی'' (البحر الرائق ۳/۱۰۹، باب الاولیاء والأکفاء، طبع رشیدیہ کوئٹہ پاکستان) فقہ اسلامی میں ولایت سے مراد یہ ہے کہ کسی بات کو دوسرے شخص پر نافذ کردیا جائے خواہ وہ شخص اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔ دکتور مصطفی وہبہ زحیلی (۱۹۳۲ دارعطیہ دمشق) تحریر فرماتے ہیں : ''القدرة علی مباشرة التصرف من غیر توقف علی اجارة أحد'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۸۶، الفصل الرابع: الاہلیۃ والولایۃ والوکالۃ فی الزواج، مکتبہ دار الفکر) یعنی وہ اختیارات جن کے حصول کے بعد آدمی کو تصرفات ومعاملات کے انجام دینے میں کسی کی ضرورت باقی نہ رہے۔ ولایت کی بعض شرطیں ولی سے متعلق ہیں بعض کا تعلق زیر ولایت شخص سے ہے اور بعض کا ولی کے تصرف سے۔
ولی سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو کم عقل نہ ہو، بالغ ہو نابالغ نہ ہو، وہ فی الجملہ زیر ولایت شخص کا وارث بن سکتا ہو (یعنی وہ وارث ہو عملاً وراثت کا حصہ ملنا ضروری نہیں وہ محجوب اور محروم بھی ہوسکتا ہے)۔ یہ شرط حنفیہ کے یہاں ہے اسی بنیاد پر غلام حنفیہ کے یہاں ولی نہیں بن سکتا اگر زیر ولایت شخص مسلمان ہو تو ولی کا بھی مسلمان ہونا ضروری ہے۔ علاؤالدین بن ابی بکر بن مسعود کاسانی (متوفی ۵۸۷) تحریر فرماتے ہیں : ''وأما الذی یرجع إلی الولی فأنواع :منها عقل الولی ومنها بلوغه وکل من یرثه یلی علیه ومن لا یرثه لا یلی علیه وهذا یطرد علی أصل أبی حنیفة علیہ الرحمۃ خاصة . . . فیخرج علیه مسائل فنقول لا ولایة للمملوک علی أحد لأنه لا یرث أحدا . . . وکذالک إن کان الولی مسلما والمولی علیه کافرا فلا ولایة له علیه . . . ولأن الفاسق من أهل الولایة علی نفسه فیکون من أهل الولایة علی غیره'' (بدائع الصنائع ۲/۵۰۰—۵۰۱، بیان شرائط النفاذ والجواز، مکتبہ زکریا دیوبند)۔
وہ شرطیں جو ولی سے متعلق ہیں ان کی چند قسمیں ہیں: اول ولی کا عاقل ہونا، دوسرے اس کا بالغ ہونا، نیز وہ زیر ولایت شخص کا وارث بھی ہو جو فی الجملہ وارث نہیں ہوگا وہ ولی نہیں بن

سکتا، یہ امام ابوحنیفہؒ کی اصل پر ہے۔اس سے چند جزئیات نکلتی ہیں: اول یہ کہ غلام ولی نہیں بن سکتا کیونکہ وہ وارث نہیں ہوتا، اسی طرح اگر ولی مسلمان ہو اور زیر ولایت شخص کافر تو مسلمان کو ولایت حاصل نہ ہوگی، نیز فاسق کو اپنے اوپر ولایت حاصل ہے، لہٰذا وہ اپنے علاوہ دوسرے کا ولی بھی بن سکتا ہے۔

ولی کے تصرف سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ تصرف زیر ولایت شخص کے حق میں مفید ونافع ہو نہ کہ نقصان دہ۔ مالکیہ کے یہاں جن لوگوں کو ولایت حاصل ہوتی ہے ان کی دو قسمیں ہیں: ولایت خاصہ، ولایت عامہ۔ ولایت خاصہ صرف چھ اشخاص کو حاصل ہے۔ باپ، باپ کا متعین کردہ شخص قریبی عصبہ، کفیل، مولی، حاکم۔ باپ یا اس کی عدم موجودگی میں اس کے متعین کردہ شخص نابالغ لڑکے اور دوشیزہ لڑکیوں پر (اگرچہ وہ بالغ ہوچکی ہوں) ولایت الزام حاصل ہے۔ان کے علاوہ کسی کو ولایت الزام حاصل نہیں ہے۔ ولایت عامہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی کم حیثیت عورت اپنے باپ یا اس کے وصی کی عدم موجودگی میں کسی بھی مسلمان کو اپنے نکاح کا کام سونپ دے۔حنفیہ کے یہاں ولایت کی تین قسمیں ہیں: ولایت علی النفس، ولایت علی المال اور ولایت علی النفس والمال۔ ولایت علی النفس شخصی وذاتی ضرورتوں سے عاجز وقاصر کے حالات کی طرف توجہ کرنا، مثلاً نکاح، تعلیم وتربیت، دوا علاج وغیرہ۔ نکاح کے سلسلہ میں زیر بحث ولایت، ولایت علی النفس ہے جس کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت الزام، ولایت اختیار۔ جن لوگوں پر ولایت الزام حاصل ہوتی ہے وہ درجہ ذیل ہیں: پاگل وکم عقل لڑکے ولڑکی خواہ بالغ ہی کیوں نہ ہوں ئی ئی **و کل هؤلاء لهم ولاية الإجبار على البنت والذكر في حال صغرهما وحال كبرهما إذا كذا في البحر الرائق**'' (الفتاوی الہندیہ ۱/ ۲۸۳، الباب الرابع فی الاولیاء، دار الکتاب دیوبند)۔

جب لڑکی ولڑکا پاگل ہوں تو بلوغ وعدم بلوغ دونوں حالتوں میں ولایت الزام حاصل

ہوگی۔ ولایت الزام باپ دادا کو حاصل ہوتی ہے اگر یہ لوگ زیر ولایت کی شادی غیر کفو میں یا مہر کی کمی کے ساتھ کردیں تو نکاح درست ہوگا بشرطیکہ اپنی عزت وشرافت کا لحاظ رکھنے والے لڑکی کے مصالح پر نظر رکھنے والے ہوں، نیز نشہ کی حالت میں نہ ہوں، اگر یہ عیوب ان میں پائے جاتے ہوں گے تو نکاح درست نہ ہوگا۔ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی (۱۰۲۵—۱۰۸۸) تحریر فرماتے ہیں: "**ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفؤ إن كان الولي أبا أو جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار . . . وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقا وكذا لو كان سكران تزوجهما من فاسق او شرير أو فقير الخ**" (الدرالمختار علی الرد ۴/۱۷۱—۱۷۲، مکتبہ زکریا دیوبند)۔

باپ ودادا سوء اختیار سے (جس کی تعریف اوپر گزر چکی ہے) سے متصف نہ ہوں تو کم مہر اور غیر کفو میں ان کا کیا ہوا نکاح درست ہوگا، اور اگر ان میں یہ عیوب پائے جاتے ہوں تو ان کا کیا ہوا یہ رشتہ صحیح نہ ہوگا۔ . . یہی حکم نشہ کی حالت میں کسی فاسق شریر یا فقیر سے شادی کردینے کا بھی ہے، اس کی تائید میں ایک دوسری تحریر ابن نجیم (۹۲۶—۹۷۰) کی پیش ہے: "**وقيده الشارحون وغيرهم بأن لا يكون معروفا بسوء الاختيار حتى لو كان معروفا بذالك مجانة وفسقا فالعقد باطل على الصحيح . . . وذكر أصحاب الفتاوى أن الأب إذا زوج ابنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت بعد ما كبرت لا أرضى بالنكاح إن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل**" (البحرالرائق ۳/۱۳۵، فصل فی الاَکفاء، طبع رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

باپ دادا کی ولایت کو شارحین نے معروف بسوء الاختیار (لاابالی پن، لاپرواہی وفسق وغیرہ) کے ساتھ مقید کیا ہے اگر وہ ایسے ہوں گے تو نکاح صحیح قول کے مطابق باطل ہوجائے گا . . . اصحاب فتاوی نے ذکر کیا ہے کہ باپ نے جیسا اپنی بچی کی شادی کسی ایسے شخص سے کردی جو شراب نوشی کا منکر ہے جبکہ وہ شراب کا عادی ہے اس صورت میں اگر لڑکی بالغ ہونے کے بعد

یہ کہے کہ یہ رشتہ مجھے منظور نہیں تو نکاح باطل ہوجائے گا اگرچہ باپ کو شراب پینے کا علم نہ ہو اور شوہر کے گھر کی اکثری تعداد صالح ہو۔

ولایت علی النفس کی دوسری قسم ولایت اختیار کا معنی یہ ہے کہ زیر ولایت شخص اپنا نکاح خود کرسکتا ہے۔یعنی بہتر یہ ہے کہ اولیاء کے مشورہ سے نکاح کا فیصلہ کرے تا کہ بے شرمی کی جانب منسوب نہ کیا جاسکے، اس ولایت کو امام محمد و امام شافعی وابو یوسف (کے ایک قول کے مطابق) ولایت مشترکہ قرار دیتے ہیں۔ چاروں ائمہ اس پر متفق ہیں کہ عاقل بالغ لڑکے پر کسی کو ولایت حاصل نہیں ہے اور نابالغ لڑکے پر ولی کو ولایت حاصل ہے۔ احناب کے یہاں یہی حکم لڑکی کا بھی ہے جبکہ جمہور ائمہ نے اس بابت لڑکی ولڑکے کے درمیان فرق کیا ہے۔اسی طرح ولایت الزام کی بنیاد ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بکارت ہے اور حنفیہ کے نزدیک عدم بلوغ ہے۔علی بن ابی بکر برہان الدین مرغینانی (۵۳۰–۵۹۳) کہتے ہیں : "له الاعتبار بالصغيرة" (ہدایہ ۲/ ۲۹۴، مطبع یوسفی لکھنو) اس کے تحت امام ابوحنیفہؒ اور تینوں ائمہ کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نابالغہ باکرہ پر بالاتفاق ولایت الزام حاصل ہوگی اور بالغہ ثیبہ پر بالاتفاق نہ ہوگی اور بالغہ باکرہ پر جمہور کے یہاں حاصل ہوگی۔اس کی دلیل محمد بن عیسی ترمذی (۲۰۹–۲۷۹) کی تحریر "**وقال بعض اهل المدينة تزويج الاب على البكر جائز وان كرهت ذلك وهو قول مالك بن انس والشافعي واحمد واسحاق ۱۱۰۷ باب ماجاء في اشتهاء البكر والثيب**" ہے۔نابالغہ ثیبہ پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ولایت حاصل ہوگی۔ حاصل یہ کہ چار صورتوں میں سے دو صورتیں اتفاقی ہیں اور دو صورتیں اختلافی (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/ ۵۰۴، بیان شرائط النفاذ والجواز، زکریا دیوبند)۔

حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف (یعقوب بن ابراہیم کوفی بغدادی ۱۱۳–۱۸۲) ولایت الزام وغیرہ الزام کا یہ فرق تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک نابالغی کے

زمانہ کا کیا ہوا نکاح خواہ کسی ولی نے کیا ہو بہر صورت لازم ہے اور لڑکی یا لڑکے کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا لیکن طرفین کے یہاں باپ دادا و غیر باپ و دادا میں فرق ہے۔ علی بن ابی بکر ابو الحسن برہان الدین (۵۳۰ – ۵۹۳) تحریر فرماتے ہیں : "**وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما وقال أبو يوسف لا خيار لهما اعتبارا بالأب والجد**" (ہدایہ ۲/ ۲۹۷، باب فی الاولیاء والا کفاء، طبع یوسفی لکھنو)۔ لڑکی و لڑکے کی شادی باپ و دادا کے علاوہ نے کیا ہے تو بعد البلوغ دونوں کو خیار حاصل ہوگا اگر چاہیں تو نکاح کو باقی رکھیں ورنہ فسخ کردیں یہ طرفین کا مسلک ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں کو اسی طرح خیار نہیں ملے گا جس طرح باپ و دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار نہیں ملتا۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ، ابن ابی لیلیٰ ابن عبید امام ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک نابالغ لڑکے و لڑکی کی شادی صرف باپ کرسکتا ہے دوسرے اولیاء نہیں کرسکتے۔ لیکن امام شافعیؒ کے یہاں دادا کو بھی ولایت الزام حاصل ہے۔ اکثر فقہاء ولایت علی النفس کے لیے چار شرطیں قرار دیتے ہیں: عقل، بلوغ، آزادی اور اتحاد دین۔ حنابلہ و شافعیہ نے عدالت کی بھی شرط لگائی ہے، ان کا استدلال "**لا نکاح الا باذن ولی مرشدا وسلطان**" (معجم طبرانی اوسط از ابو القاسم سلیمان بن احمد ۲۶۰–۳۶۰، حدیث نمبر ۵۲۱، دار الحرین قاہرہ) سے ہے ولی مرشد کی تفسیر عادل سے کی ہے، نیز اس میں ظاہری عدالت کافی ہے۔ چنانچہ مستور الحال ہونا بھی کافی ہے کیونکہ ظاہری و باطنی دونوں قسم کی عدالتوں کی شرط لگانے میں حرج اور مشقت ہے اور اس کے نتیجہ میں بیشتر نکاحوں کو باطل قرار دینا لازم آئے گا، اس شرط سے سلطان مستثنی ہے، چنانچہ سلطان اس کا نکاح کرائے گا، جس کا کوئی ولی نہ ہو، لہٰذا عملی ضرورت کے پیش نظر اس کی عدالت شرط نہیں جس طرح کہ سلطان کی ولایت کے لیے اتحاد دین شرط نہیں۔ مسلم حکمراں لاوارث ذمیہ (جزیہ دیکر دار الاسلام میں رہنے والی) کا ولی ہوسکتا ہے، حنفیہ و مالکیہ کا خیال ہے کہ اس کے لیے عدالت شرط نہیں، لہٰذا ولی خواہ عادل

ہو یا فاسق اپنی بیٹی یا بھتیجی کی شادی کرسکتا ہے۔فقہاء حنابلہ کے نزدیک رشد بمعنی کفو، اور مصالح نکاح کی معرفت ہے۔شوافع کے نزدیک اس کا مفہوم مال کا عدم اسراف ہے۔فقہاء حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک کوئی کافرکسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں کرسکتا، ایسا ہی حکم اس کے برعکس صورت میں بھی ہے۔شافعیہ کا خیال ہے کہ کافر کافرہ کا نکاح کرسکتا ہے، خواہ کافرہ کا شوہر کافر ہو یا مسلمان اور مالکیہ کا خیال ہے کہ ایک مسلمان کافرہ کتابیہ کا نکاح کرسکتا ہے۔مرتد کو مسلمان یا کافرکسی پر ولایت حاصل نہیں ہے۔"**والمومنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض**" (توبہ:۷۱)۔مومن مرد اور مومن عورتیں ہی ایک دوسرے کی ولی ہیں "**ولن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلا**" (النساء:۱۴۱)۔ہرگز نہ دیگا اللہ کافروں کو مسلمان پر غلبہ کی راہ۔"**الاسلام يعلو ولا يعلى**" (دارقطنی از علی بن عمر ۳۰۶–۳۸۵، حدیث: ۳۵۷۸)۔ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی (۵۲۰–۵۹۵) تحریر فرماتے ہیں "**فإنهم اتفقوا على أن من شرط الولاية الإسلام والبلوغ والذكورية**" (بدایۃ المجتہد ۲/۱۳ باب فی الاولیاء، الکلیات الازہریۃ)۔فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ولایت کی شرط اسلام بلوغ اور مرد ہونا ہے۔مرد کی شرط حنفیہ کے سوا جمہور فقہاء کے یہاں ہے، بہر حال ولایت علی النفس کی چار شرطوں میں سے چار متفق علیہ اور تین مختلف فیہ ہیں: عقل، بلوغ، آزادی اور دین میں یکسانیت متفق علیہ ہیں (گو کہ اس میں کچھ استثناء کی صورت بھی ہے) اور عدالت، مرد ہونا اور رشد مختلف فیہ ہیں۔اب عرض ہے کہ ولایت الزام کے چار اسباب ہیں: قرابت، ملکیت، ولاء، امامت (دکتور مصطفی وہبہ زحیلی ۱۹۳۱، دار عطیہ دمشق) لکھتے ہیں: "**ولاية الاجبار هي تنفيذ القول على الغير وهي بهذا المعنى العام تثبت بأربعة أسباب: القرابة والملك والولاء والإمامة**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۸۷ دار الفکر)۔ولایت قرابت صاحب قرابت کو اپنے زیر ولایت پر یا تو قریبی رشتہ داری کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے جیسے باپ دادا، بیٹا یا دور کی رشتہ داری کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے جیسے چچا زاد بھائی وغیرہ۔ولایت ملک: یہ ولایت آقا کو بشرط عقل و بلوغ اپنے مملوک پر حاصل ہوتی ہے،

لہٰذا آقا اپنے غلام یا باندی کا نکاح جبرا کرسکتا ہے اور غلام یا باندی کا نکاح (اگر وہ ازخود کرلیں) آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ ولاء الموالات دو شخصوں کے درمیان یہ عہد ہو کہ ایک دوسرے کی مدد کرے گا اور جنایت کرنے کی صورت میں تاوان ادا کرے گا، وہ موت کی صورت میں وارث ہوگا، چنانچہ اس عقد سے ولایت نکاح حاصل ہوگی، بشرطیکہ ولی عاقل، بالغ آزاد ہو اور زیر ولایت شخص کا کوئی نسبی (جن کا میت سے ولادت کا تعلق) یا عقبہ سببی (جن کا میت سے آزادی کا تعلق) وارث نہ ہو۔ ولایت امامت: امام عادل اور اس کے نائب کا ولایت جیسے کہ سلطان اور قاضی (اگر سلطان نے منشور میں قاضی کے لیے ان کی انجام دہی کی صراحت کردی ہو) بشرطیکہ اس کا کوئی ولی قریب موجود نہ ہو، محمد بن عیسی ترمذی (۲۰۹—۲۷۹) نے اس روایت کی تخریج فرمائی ہے "السلطان ولی من لا ولی له" ۱۱۰۲ باب ماجاء لا نکاح الا بولی۔

سوال ۲) اسلامی شریعت نے کن لوگوں کو خود اپنا نکاح کرنے کا اختیار دیا ہے اور کن کے نکاح کا اختیار اولیاء کے حوالہ کیا ہے۔

جواب ۲) اس سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر عاقل بالغ آزاد اور مکلف عورت و مرد کو اپنا نکاح کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ عورت ہونے کی صورت میں وہ کفائت اور مہر مثل کا لحاظ رکھیں، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ اس صورت میں بھی نکاح کا معاملہ اولیاء کی سرپرستی اور نگرانی میں انجام پذیر ہو۔ نابالغی جنون یا کم عقلی کے سبب اہلیت نہ رکھنے والے یا ناقص اہلیت والے اگرچہ وہ بالغ ہی ہوں، نشہ میں مبتلا شخص درازی عمر یا فساد عقل کے سبب غور و فکر میں کوتاہی کرنے والے، غلام اور باندی کے نکاح کا اختیار اولیاء کو ہے۔ عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی (۵۹۹—۶۸۳) لکھتے : "**وعبارة النساء معتبرة فی النکاح حتی لو زوجت الحرة العاقلة البالغة نفسها جاز وکذلک لو زوجت غیرها بالولایة أو الوکالة وکذا إذا وکلت غیرها فی تزویجها أو زوجها غیرها فأجازت**" (کتاب الاختیار شرح المختار ۲/۱۵۲، دار البشائر دمشق) نکاح میں عورتوں کی عبارت معتبر ہے، لہٰذا اگر آزاد عاقلہ بالغ عورت

نے اپنا نکاح خود کرلیا تو جائز ہے، اسی طرح اگر اس نے ولایت یا وکالت کے طور پر دوسرے کا نکاح کر دیا تو بھی جائز ہے، نیز اگر اس نے دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا یا دوسرے نے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے اجازت دیدی تو بھی جائز ہے۔ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

''ولایجوز للولی إجبار البالغة علی النکاح ولنا أنها لایکون للغیر علیها ولایة'' (۲/ ۲۹۴ یوسفی لکھنو) ولی کے لئے جائز نہیں کہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کرے، غیر کو اس پر ولایت حاصل نہیں ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولایت الزام کے ختم ہونے کے بعد بھی لڑکی از خود نکاح نہیں کرسکتی۔ یحی بن شرف محی الدین ابوزکریا نووی (۶۳۱ — ۶۷۶) تحریر فرماتے ہیں:

''فإن کانت البکر بالغة فللأب والجد إجبارها علی النکاح وإن أظهرت الکراهیة وبه قال ابن أبی لیلی وأحمد وإسحاق وقال مالک للأب إجبارها دون الجد'' (المجموع شرح المهذب ۲/ ۱۶۹)۔ پس اگر دوشیزہ بالغہ ہے تو بھی باپ ودادا کو ولایت الزام حاصل ہے، اگرچہ وہ ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ احمد بن محمد الدردیر مالکی (۱۱۲۷—۱۲۰۱) تحریر فرماتے ہیں: اگر عورت ساٹھ سال یا اس سے زائد کی بھی ہوجائے تو بھی اس پر ولایت الزام حاصل ہے، قاب له الجبر ولو بدون صداق المثل ولو لأقل مال منها أو لقبیح منظر... أشار للأولی بقوله (لبکر) مادامت بکراً (ولو عانسا) بلغت من العمر ستین سنة أو أکثر'' (الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ۲/ ۳۵۳، دار الکتب قاہرہ)۔

علامہ ابن قدامہ (موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد (۵۴۱ — ۶۲۰) نے جمہور کے نقطۂ نظر کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے: ''ان النکاح لایصح إلا بولی ولا تملک المرأة تزویج نفسها ولاغیرها ولا توکیل ولی غیرها فی تزویجها فإن فعلت لم یصح النکاح'' (المغنی ۹/ ۳۴۴، مسئلہ ۱۰۹۹ دار عالم الکتب ریاض)۔ نکاح ولی کے واسطہ ہی سے ہوگا، عورت از خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی اور نہ کسی اور کا کراسکتی ہے اور نہ ہی اپنے نکاح کا کسی کو وکیل بناسکتی ہے اگر ایسا کرلیا تو نکاح درست نہ ہوگا۔ ان حضرات کی دوسری دلیل ''أیما امرأة لم ینکحها

الولي فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل " (ابن ماجہ حدیث: ۱۸۷۹)۔

شوافع وحنابلہ کے نزدیک گو عورت کا کیا ہوا نکاح منعقد نہیں ہوتا لیکن اگر کسی حنفی قاضی کی عدالت میں یہ معاملہ پہنچا اور اس نے اپنے مسلک کے مطابق نکاح کو نافذ قرار دیدیا تو ان حضرات کے نزدیک بھی یہ نکاح درست سمجھا جائے گا۔ "**فإن حكم لصحة هذا العقد حاكم أو كان المتولى لعقده حاكما لم يجز نقضه**" (المغنی ۹/۳۴۶–۳۴۷، دار عالم الکتب ریاض)۔ حنفیہ کے دلائل پیش ہیں، ارشاد باری ہے: "**فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره**" (سورہ بقرہ: ۲۳)۔

تیسری طلاق کے بعد عورت اس وقت تک شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اس شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے "**فلا تعضلوهن أن ينكحن ازواجهن**" (البقرہ: ۲۳۲)۔ ان کو ان کے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔ "**الأيم أحق بنفسها من وليها**" (ابوداؤد ۲۰۹۸)۔ بے شوہر والی عورت (خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ) اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ کنواری لڑکی کا اس کے والد نے نکاح کر دیا جو اسے ناپسند تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اختیار دیا، چاہئے تو اس نکاح کو قبول کرے یا رد کر دے۔ "**عن ابن عباس أن جارية بكرا اتت النبى فذكرت أن أباها زوجها وهى كارهة فخيرها النبى صلى الله عليه وسلم**" (ابوداؤد: ۲۰۹۶، نسائی ۳۲۷۱)۔

حضرت خنساء بنت خذام کے بارے میں مروی ہے کہ ان کو ان کے والد کا کیا ہوا رشتہ ناپسند تھا جب معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے اس نکاح کو رد فرما دیا، گو بعض روایتوں (ابن ماجہ: ۱۸۷۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ثیبہ (شوہر دیدہ) تھیں۔ لیکن نسائی کی روایت میں ہے کہ وہ کنواری تھیں جس سے دونوں روایتوں کے ایک ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن الہمام (کمال الدین ۷۹۰–۸۶۱) تو یہ فرماتے ہیں: "قال ابن

القطان حديث ابن عباس هذا صحيح وليست هذه خنساء بنت خذام التی زوجها أبوها وهی ثيب فكرهته فرد النبی صلی الله عليه وسلم نكاحه فإن هذه بكر وتلك ثيب" (فتح القدير ۲/ ۳۹۵، باب الاولیاء والا کفاء، دار عالم الکتب ریاض)۔

ابن قطان فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی یہ حدیث صحیح ہے، یہ حدیث اور خنساء والی حدیث الگ الگ ہے دونوں کو ایک سمجھنا درست نہیں ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس خاتون کا ذکر ہے وہ باکرہ ہیں اور خنساء ثیبہ ہیں، مذکورہ دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ بالغہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اس تعدد بر دارقطنی (حافظ علی ابن عمر ابوالحسن ۳۰۶–۳۸۵) کی روایت ۳۵۲۳ پیش ہے : "**عن ابن عباس أن رسول الله صلی الله عليه وسلم رد نكاح بكر وثيب أنكحهما أبوهما وهما كارهتان فرد النبی صلی الله عليه وسلم نكاحهما**" (۳/ ۱۶۴، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک باکرہ اور ایک ثیبہ کا نکاح جسے ان کے والدین نے کیا تھا اور وہ دونوں اسے ناپسند کر رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرمادیا تھا۔ ابن شبرمہ (۷۲–۱۴۴)، ابوبکر اصم (... ۲۰۱ھ) اور عثمان غنی (۱۴۲) کے نزدیک صغیر وصغیرہ کے نکاح کا اختیار کسی کو نہیں۔ ابومحمد علی بن احمد ابن حزم اندلسی (۳۸۴–۴۵۶) کے نزدیک باپ کو اپنی بیٹی کے نکاح کر دینے کا حق ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے لیکن جب بالغ ہوجائے گی تو اسے خیار نہیں ملے گا (المحلی ۹/ ۴۸۵، مسئلہ ۱۸۲۲، مطبع منیریہ دمشق)۔

سوال ۲–الف) ولایت کے بارے میں لڑکی اور لڑکے میں کیا کچھ فرق ہے؟ لڑکے پر ولی کی ولایت کب ختم ہوتی ہے اور لڑکی پر ولی کی ولایت کب ختم ہوتی ہے۔

جواب ۲–الف) نکاح میں ولایت الزام کے بارے میں لڑکے ولڑکی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا حنفیہ کی رائے کے مطابق ولیٔ عصبہ کے لیے جائز ہے کہ وہ نابالغ ونابالغہ، پاگل مرد وعورت، کم عقل مرد وعورت، غلام اور باندی کا نکاح کر دے، عاقل ہونے کی

صورت میں مرد یا عورت پر بلوغ سے ولایت ختم ہوجاتی ہے یعنی بلوغ دونوں کے لیے حد ولایت ہے۔ پاگل مرد وعورت پر عقل آجانے سے ولایت ختم ہوجاتی ہے، ہاں ولایت ندب خاص طور سے لڑکی پر بلوغ کے بعد بھی برقرار رہتی ہے۔ علاؤ الدین علی بن محمد حصکفی (۱۰۲۵–۱۰۸۸) تحریر فرماتے ہیں کہ بالغہ باکرہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ بلوغ سے اس پر ولایت ختم ہوجاتی ہے: "**ولا تجبر البالغة البكر علی النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ**" (درمختار ۱/۱۹۱، مکتبہ زکریا دیوبند)۔ فقہی اعتبار سے بلوغ کی پہچان اس کی طبعی علامتوں کے ظہور سے ہوتی ہے (لڑکے میں اس کی علامت انزال ہے اور لڑکی میں حیض یا حمل) اس کے لیے کسی متعین عمر کی قید نہیں اور اگر بلوغ کا عمل تاخیر سے ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکوں کے سلسلہ میں اٹھارہ سال ہوجانے پر اور لڑکیوں میں سترہ سال ہوجانے پر بلوغ کا حکم لگا دیا جائے گا، صاحبین اور جمہور کے نزدیک پندرہ سال کی تکمیل پر لڑکے اور لڑکی دونوں پر بلوغ کا حکم لگا دیا جائے گا، حنفیہ کے نزدیک بھی مفتی بہ رائے یہی ہے۔ مالکیہ شافعیہ وحنابلہ بکارت کو بنیاد بناتے ہیں، ان کے نزدیک لڑکی ولڑکے میں فرق ہوگا، لڑکے پر بلوغ تک ولایت حاصل رہے گی اور لڑکی پر ثیبہ ہونے تک خواہ لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ۔ امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ کے اس اختلاف کا نتیجہ کیا ہوگا نمبر 1 کے جواب میں تحریر کیا جاچکا ہے، شافعیہ میں سے تقی الدین سبکی (عبدالوہاب بن علی ۷۲۷–۷۷۱ھ) بھی حنفیہ کی بات سے اتفاق کرتے ہیں، العرف الشذی ۱/۲۱۲ میں (جو انورشاہ کشمیریؒ کی املائی شرح ہے جسے مولانا چراغ محمد پنجابی نے ۱۳۳۸ھ میں قلمبند کیا تھا باب الطہارۃ سے باب المناقب تک کے مباحث ۵۴۴ صفحات پر محیط ہیں) نیز حاشیہ ترمذی قوت المقتذی ۱/۲۱۲ پر ہے: "**وقد أثر الترمذی بأن أكثر الجمهور مع أبی حنيفة**"۔ ترمذی نے صراحت کی ہے کہ اکثر جمہور اس مسئلہ میں امام اعظم کے ساتھ ہیں۔

سوال ۲–ب) نکاح کے بارے میں عاقلہ بالغہ لڑکی کے خود اپنے نفس پر کیا اختیارات ہیں؟

کیا ولی کی مرضی کے بغیر اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔ ولی کی مرضی کے بغیر لڑکی نے اگر از خود نکاح کیا تو شرعاً منعقد ہوا یا نہیں۔ ایسا کرنے سے لڑکی گنہگار ہوئی یا نہیں؟

جواب ۲ – ب) جن حضرات کے یہاں صحت عقد کے لیے ولایت شرط ہے ان کے یہاں عاقد ولی ہوگا، عورت عاقد نہیں ہوسکتی۔ فقہائے تابعین میں سے سعید بن المسیب (۱۳ – ۹۴ھ)، حسن بصری (۲۱ – ۱۱۰)، قاضی شریح (... – ۷۸)، ابراہیم نخعی (۴۶ – ۹۶)، عبد اللہ بن مبارک (۱۱۸ – ۱۸۱)، امام شافعی (۱۵۰ – ۲۰۴)، ابن شبرمہ (۷۲ – ۱۴۴)، امام احمد (۱۶۴ – ۲۴۱)، اسحاق بن راہویہ (۱۶۱ – ۲۳۸)، ابن حزم اندلسی (۳۸۴ – ۴۵۶)، ابن ابی لیلیٰ (۷۴ – ۱۴۸)، طبری (۲۱۰ – ۲۹۴) اور امام ثور (۱۷۰ – ۲۴۰) کا یہی مسلک ہے۔ نیز امام ترمذی (۲۰۹ – ۲۷۹) نے صحابہ میں سے عمر بن الخطاب (۴۰ق ھ – ۲۳)، علی بن ابی طالب (۲۳ق ھ – ۴۰ھ)، عبداللہ بن عباس (۳ق ھ – ۶۸ھ)، ابوہریرہ (۲۱ق ھ – ۵۹ھ)، ابن عمر (۱۰ق ھ – ۶۵ھ)، ابن مسعود (... – ۳۲ھ)، حضرت عائشہ (۹ق ھ – ۵۸ھ) کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے، حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ اگر عورت نے کفو میں نکاح کیا تو درست ہے ورنہ نہیں۔ امام ابو یوسف سے اس مسئلہ میں تین روایتیں ہیں۔ ان کی پہلی روایت جمہور کے مطابق ہے یعنی بلا ولی نکاح جائز نہیں، پھر انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت کی طرف رجوع فرمالیا یعنی غیر کفو میں نکاح درست نہیں۔ آخر میں انہوں نے امام صاحب کی پہلی روایت کی طرف رجوع فرمالیا، یعنی کفو و غیر کفو، دونوں میں بہر صورت جائز ہے۔ امام محمدؒ کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ جو نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوا وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، خواہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں البتہ اگر کفو میں، ولی اجازت نہ دے تو قاضی کو چاہئے کہ تجدید عقد کردے۔ ”وعلی قول محمد یتوقف نکاحاها علی إجازة الولی سواء زوجت

نفسها من كفء أو غير كفء فإن أجازه الولي جاز وإن أبطله بطل إلا أنه إن كان الزوج كفأ لها ينبغي للقاضي أن يجدد العقد إذا أبي الولي أن يزوجها منه" (مبسوط للسرخسی ۵/۱۰، مطبعۃ السعادۃ مصر) ۔ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی پہلی روایت کی طرف رجوع فرمالیا، حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا صحت عقد پر اتفاق ہے خواہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں ۔ بہر کیف اگر عاقلہ بالغہ لڑکی (جسے فقہ حنفی کی رو سے از خود نکاح کرنے اور اپنے نکاح کا وکیل وغیرہ بنانے کا اختیار ہے) خود سے ولی کی مرضی کے بغیر اپنا نکاح کفوء میں مہر مثل کے ساتھ کرلے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ (۸۰–۱۵۰) اور امام ابو یوسف (یعقوب بن ابراہیم (...–۱۸۱) کے ظاہر الروایت میں مروی قول اور امام زفر بن ہزیل (۱۱۰–۱۵۸) کے قول کے مطابق یہ نکاح بدون ولی کی مرضی کے درست ہوگا اور عورت گناہگار بھی نہ ہوگی، اس لیے کہ عورت نے اپنے اس حق کا استعمال کیا ہے جسے شریعت نے اسے عطا کیا ہے،لیکن حضرت امام محمدؒ (۱۳۱–۱۸۹) کے نزدیک یہ نکاح اولا ولی کی اجازت پر موقوف تھا بعد کو انہوں نے شیخین کے مسلک کی طرف رجوع فرمالیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ "**ويروى رجوع محمد إلى قولهما**" (ہدایہ ۲/ ۲۹۴، یوسفی لکھنؤ)۔

اور اگر اس نے ولی کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم (نہ کہ کفو و مہر مثل سے زائد) پر نکاح کیا تو مفتی بہ قول کے مطابق نکاح منعقد نہیں ہوگا اور عورت گناہگار ہوگی۔ حسن بن زیادہ اللولوی (...–۲۰۴) کی روایت امام ابو حنیفہ (۹۰–۱۵۰) سے پیش ہے ئی وروی "**الحسن عن أبي حنيفة أن النكاح لا ينعقد وبه أخذ كثير من مشائخنا رحمهم الله كذا في المحيط والمختار في زماننا للفتوى رواية الحسن**" (ہندیہ ۱/ ۲۹۲، باب الخامس فی الاکفاء، دار الکتاب دیوبند) حسن بن زیاد کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور ہمارے اکثر مشائخ کا یہی قول ہے، ہمارے زمانہ میں اسی پر فتوی دیا جانا مستحسن ہے،لیکن ظاہر الروایت یہ ہے کہ کفو وغیر کفوء دونوں صورتوں میں نکاح ہوجائے گا اور ولی کو اعتراض کی صورت

میں بذریعہ قاضی فسخ کرانا ہوگا، لیکن حق اعتراض اس لڑکی کے ماں بننے سے پہلے تک ہے،
چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی (بضع عشرۃ وسبع مأ ۃ–۷۸۶) تحریر فرماتے ہیں :
''إذا لم تلد من الزوج وأما إذا ولدت فليس للأولياء حق الفسخ كيلا يضيع الولد عمن يربيه'' (عنایہ مع الفتح ۲/ ۳۹۴)۔

اعتراض کا حق اس لڑکی کے ماں بننے سے پہلے تک ہے ماں بننے کے بعد اولیاء کو حق اعتراض نہیں کیونکہ اس صورت میں بچے کی نشوونما وتربیت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح ہوجائے گا اور حسن بن زیاد کی روایت جو امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے اس میں سرے سے نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا۔ بعد میں ولی اجازت دیدے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ واضح ہو کہ مہر مثل سے کمی کی بنا پر شافعیہ حنابلہ وصاحبین کے نزدیک ولی کو نکاح سے روکنے کا حق نہیں کیونکہ مہر خالص عورت کا حق ہے نیز وجوب مہر کے بعد جب وہ کل مہر معاف کرسکتی ہے تو شروع میں کچھ کمی کردینے کا بھی اسے حق ہے۔ نیز مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ عورت کی جنس کو اپنے نکاح کا اختیار نہیں دیتے چاہے وہ عاقل بالغ ہی کیوں نہ ہو جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ اگر عاقلہ بالغہ کا کوئی ولی نہیں ہے اور وہ غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم پر نکاح کرتی ہے تو وہ نکاح صحیح ولازم ہے ''فإن لم يكن صح النكاح اتفاقا كذا في نهر الفائق'' (ہندیہ ۱/ ۲۹۲، دارالکتاب دیوبند) پس اگر ولی نہ ہو تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح ہوجائے گا۔ غیر کفو میں نکاح کی صورت میں حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق قبل از نکاح علم ہونا اور صراحۃً یا دلالۃً رضامندی ظاہر کرنا ضروری ہے محض سکوت کافی نہ ہوگا، اسی طرح قبل از نکاح سکوت اور بعد از نکاح اظہار رضامندی بھی کافی نہیں اظہار رضامندی صرف گناہ کے اٹھ جانے (رفع اثم) کا باعث ہوگا۔

سوال ۲–ج) عاقلہ بالغہ نے ولی کی اجازت اور مرضی کے بغیر اپنا نکاح کرلیا اور جب ولی کو اس نکاح کا علم ہوا تو اس نے اس نکاح سے اتفاق کیا یا اسے رد کردیا شرعاً اس اجازت اور رد کا اس نکاح پر کیا اثر ہوگا۔

(جواب ۲ – ج) جیسا کہ ماقبل میں بتلایا جاچکا ہے کہ عاقلہ بالغہ بلاولی نکاح کرسکتی ہے، غیر کفو و مہر مثل سے کم پر نکاح کی صورت میں اولیاء کو حق اعتراض ہے اور بذریعہ قاضی فسخ کرایا جاسکتا ہے لیکن اگر اس نے اتفاق کیا تو یہ نکاح درست ہوجائے گا، امام محمد بن الحسن (جن کے نزدیک ولی کی موافقت شرط ہے) کی رائے کے مطابق اس اتفاق سے نقص ہوجائے گا کیونکہ ولی کی اجازت متحقق ہوگئی کفو و مہر مثل کے ساتھ کئے ہوئے رشتہ کی صورت میں ولی کا رد صحت عقد پر اثر انداز نہ ہوگا، جس علاقہ میں اسلامی قاضی یا حاکم موجود نہ ہو اس کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۲۹۴ – ۱۳۰۴) رقمطراز ہیں: ''اور جہاں کفار کی حکومت ہو اور قضاء قاضی مفقود ہو اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو صاحب معاملہ بلاد اسلامیہ (جیسے بلاد حجاز بلاد روم وغیرہ) اور ہندوستان میں رامپور بھوپال وغیرہ میں جہاں قاضی موجود ہو جا کر فیصلہ کرالے یا بذریعہ تحریر قضاۃ بلاد اسلامیہ سے فسخ نکاح کا منگالے (فتاوی عبدالحی ۲/۲۱ – ۲۲)۔

آج جن ریاستوں میں امارت شرعیہ و دار القضاء یا شرعی پنچایتوں کا قیام ہے ان کے ذریعہ بھی مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے کیونکہ فقہاء نے ان کی شرعی حیثیت تسلیم کی ہے۔

سوال ۳) عاقلہ بالغہ لڑکی کے از خود نکاح کر لینے کی صورت میں اولیاء کو اس نکاح پر اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں۔ کیا اولیاء اس نکاح کو بذریعہ قاضی فسخ کرا سکتے ہیں؟

جواب ۳) اس کے جوابات گذشتہ تحریروں میں دیئے جاچکے ہیں۔

سوال ۴) زیر ولایت لڑکی کا نکاح ولی نے اس کی نابالغی کے زمانہ میں کر دیا لیکن لڑکی اس نکاح سے مطمئن اور خوش نہیں ہے تو نکاح وہ فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح اور دوسرے اولیاء کے کئے ہوئے نکاح کے حکم میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

جواب ۴) باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں (بشرطیکہ وہ معروف بسوء الاختیار نہ

ہو) بلوغ کے بعد خیار نہ ہوگا، ان دونوں کے علاوہ کسی اور ولی کے کئے ہوئے نکاح میں خیار ہوگا، چاہے وہ نکاح کفو میں اور مہر مثل ہی کے ساتھ کیا گیا ہو۔ ''فإن زوجهما الأب والجد يعني الصغير والصغيرة فلا خيار بعد بلوغها لأنهما كاملا الرأی وافر الشفقة . . . وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند ابی حنيفة ''ومحمد'' وقال أبويوسف لا خيار لهما اعتبارا بالاب والجد'' (ہدایہ ۲/۲۹۶–۲۹۷، مکتبہ یوسفی لکھنو)۔

معلوم ہوا کہ اگر باپ دادا نے نابالغہ کا نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح و لازم ہے بلوغ کے بعد لڑکی کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہوگا، خواہ کفو میں کیا ہو یا غیر کفو میں اور مہر مثل پر کیا ہو یا مہر مثل سے کم پر۔ جن صورتوں میں فسخ کا اختیار ہوگا، اس کے لیے دو شرطیں ہیں: معروف بسوء الاختیار ہوں اور نشہ کی حالت میں یہ نکاح کیا گیا ہو، باپ دادا کے علاوہ اگر ان دونوں کا نکاح غیر کفو یا مہر میں کمی کے ساتھ کر دیں تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوگا اگرچہ انہوں نے نہایت خیر خواہی کے ساتھ ایسا کیا ہو اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا تو نکاح صحیح تو ہو جائے گا لیکن لازم نہیں ہوگا۔ ولایت کن لوگوں کو حاصل ہے؟ اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ اور امام ابو یوسفؒ کا کیا مسلک ہے ماقبل میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

سوال ۵) خیار بلوغ کا حق لڑکی کو کب تک حاصل ہوتا ہے اور کب ساقط ہوتا ہے، قریب تر ولی زندہ ہو اور نسبۃً دور کے ولی نے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح صحیح و نافذ ہوگا یا نہیں۔

جواب ۵) خیار بلوغ دو شکلوں میں ملتا ہے: ایک تو یہ کہ لڑکی کو بالغ ہونے کے وقت یا بالغ ہونے سے پہلے ہی اپنے نکاح کا علم ہو، دوسری شکل یہ کہ بالغ ہونے تک اس کو اپنے نکاح کا علم نہیں ہے۔ پہلی شکل میں خیار بلوغ بالغ ہونے پر لڑکی کو حاصل ہوگا، دوسری شکل میں علم ہونے کے بعد خیار ملے گا خواہ بالغ ہونے کے بعد کتنا ہی زمانہ گزر جائے۔ ''ثم عندهما اذا

بلغت الصغيرة وقد علمت بالنكاح فسكتت فهو رضا و إن لم تعلم بالنكاح فلها الخيار حتى تعلم فتسكت" (ہدایہ ۲/ ۲۹۷– یوسفی باب الاولیاء والاکفاء) جب صغیرہ بالغ ہوئی اس حال میں کہ اسے اپنے اپنے نکاح کا علم تھا اور وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی سمجھی جائے گی اور خیار حاصل نہ ہوگا اور اگر نکاح کا علم نہ تھا تو علم ہونے تک خیار کا حق ملے گا۔ شمس الدین محمد بن عبد اللہ غزنی تمرتاشی (...– ۱۰۰۴) تحریر فرماتے ہیں: "**لهما خيار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده**" (تنویر الابصار علی الرد (۳/ ۱۷۵، مکتبہ زکریا) لڑکی ولڑکے دونوں کے لئے حق خیار بلوغ کے بعد یا علم بالنکاح کے بعد ہوگا۔ خیار بلوغ کے ساقط ہونے کے دو اسباب ہیں (۱) نص، (۲) دلالت۔ نص کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی اپنی زبان سے یا اپنے کسی عمل سے نابالغی کے نکاح کو باقی رکھنے پر رضامندی ظاہر کرے مثلاً برضا ورغبت وطی پر قابو دیدینا، نفقہ یا مہر کا مطالبہ کرنا، بوسہ وغیرہ لینا "**و إنما يبطل خيارها إذا رضيت بالنكاح صريحا أو يوجد منها فعل يستدل به على الرضا كالتمكين من الجماع أو طلب النفقة أو ما أشبه ذلك**" (عالمگیری ۱/ ۲۸۶، مکتبہ زکریا) اور دلالت کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد سکوت اختیار کرے۔

دوسرے سبب کا اعتبار صرف باکرہ کے سلسلہ میں کیا جائے گا، ثیبہ کے حق میں نہیں۔ بلوغ یا علم کے بعد تھوڑی خاموشی وتوقف سے اسے خیار حاصل نہ ہوگا بشرطیکہ اس کو بولنے اور رد کرنے کا اختیار حاصل ہو اور اگر اس طرح کی رکاوٹ ہو تو رکاوٹ کے ختم ہونے تک خیار ملے گا اسی طرح نکاح سے متعلق ضروری تحقیقات سے بھی خیار رہے گا۔

خیار بلوغ کے استعمال کے تین مرحلے ہیں: پہلا، جس وقت بھی بالغ ہو فوراً کہے کہ میں اپنے نکاح کو رد کرتی ہوں اگر باکرہ نے خاموشی اختیار کرلی تو چاہے ابھی بلوغ کی مجلس ختم نہ ہوئی ہو باکرہ کا خیار بلوغ ساقط ہو جائے گا۔ سید محمد امین ابن عمر عابدین (۱۱۹۸– ۱۲۵۲) تحریر فرماتے ہیں: "**وغاية الأمر كون هذه الحالة كحالة ابتداء النكاح**" (رد المحتار علی الدر ۴/ ۱۸۷، مکتبہ زکریا)، علی مرغینانی لکھتے ہیں: "**اعتبارا لهذه الحالة لحال ابتداء النكاح**"

(ہدایہ ۲/ ۲۹۷) ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ جیسے شروع میں باکرہ کی خاموشی اجازت سمجھی جاتی ہے اسی طرح نابالغہ کی بلوغ کے بعد خاموشی رضامندی متصور ہوگی۔ یہیں سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر باکرہ نے خاموشی اختیار کرلی تو چاہے ابھی بلوغ کی مجلس ختم بھی نہ ہوئی ہو باکرہ کا خیار بلوغ ساقط ہوجائے گا۔ لیکن ابوبکر خصاف آخر مجلس تک اسے خیار کا حق دیتے ہیں ''**وجعل الخصاف خيار البكر ممتد إلى آخر المجلس وهو خلاف رواية المبسوط**'' ابوبکر خصاف کی رائے ہے کہ خیار بلوغ مجلس کے اختتام تک رہے گا، اسی طرح امام محمدؒ (۱۳۱–۱۸۹) کے نزدیک خیار ممتد ہوگا یعنی وہ لڑکی جان لے کہ اس کے لیے خیار ہے ''**إن خيارها ممتد إلى أن تعلقم أن لها خيارا كما في النتف**'' (ردالمحتار علی الدر ۴/ ۱۸۹ باب الولی مکتبہ زکریا)، دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ عورت فوراً دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں تلاش کرے اور ان کو گواہ بنا کر ان کے سامنے کہے کہ میں بالغ ہوئی ہوں اور تم کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنی نابالغی کا نکاح رد کرتی ہوں۔ تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ عورت قاضی سے رجوع کرے پھر قاضی فیصلہ کرے گا اور اس طرح یہ نکاح ختم ہوجائے گا۔ اگر لڑکی نے بالغہ ہونے پر سابقہ نکاح کو رد کرکے اس پر لواہ بنالیئے تو قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرنے میں تاخیر بھی ہوجائے تو بھی خیار بلوغ کا حق حاصل رہے گا، بشرطیکہ اس درمیان وہ لڑکی صراحتاً یا دلالۃً (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) اپنی رضامنی کا اظہار نہ کردے ''**ثم إذا اختارت وأشهدت ولم تتقدم الى القاضى الشهر والشهرين فهي على خيارها**'' (ہدایہ مع الفتح ۲/ ۴۱۰، دار عالم الکتب ریاض) خیار بلوغ لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے نہیں ملے گا مثلاً وہ قبل البلوغ نکاح پر رضامندی ظاہر کردے تو یہ رضا معتبر نہ ہوگی، کیونکہ بلوغ سے قبل اس کے اندر رضا وعدم رضا کی اہلیت نہیں ہے۔ خیار بلوغ میں نکاح صرف بالغہ کے انکار سے فسخ نہیں ہوتا بلکہ قضاء قاضی شرط ہے۔ اگر عورت کہے کہ زبردستی وطی کی گئی ہے تو عورت کی تصدیق کی جائے گی یعنی اس کا خیار باقی رہے گا۔ لیکن اگر جماع رضامندی سے ہو تو خیار کا حق نہیں ملے گا ''**لو قالت كنت مكرهة في التمكين صدقت**

ولا يبطل خيارها" (فتح القدير مع العناية ۲/۴۱۱ باب الاولياء والاکفاء دار عالم الکتب ریاض) اور "**يوجد مايدل على الرضا من الوطوء أو التمكين منه طوعا**" (حوالہ مذکورہ) مجلس سے اٹھ جانے یا شوہر کا کھانا کھا لینے یا شوہر کی خدمت کرنے سے عورت کا خیار باقی رہے گا "**ولا يبطل بالقيام في حق الثيب والغلام ... وفي الخلاصة لو أكلت من طعامه أو خدمته فهي على خيارها**" (ہدایہ مع الفتح ۲/۴۱۰-۴۱۱ باب الاولیاء والاکفاء دار عالم الکتب ریاض)۔ خلاصہ میں ہے کہ اگر عورت نے شوہر کا کھانا کھا لیا یا اس کی خدمت کر لی تو اس سے اس کے حق خیار پر اثر نہ پڑے گا، قریب تر ولی کے ہوتے نسبۃً دور کے ولی نے نابالغہ کا نکاح کر دیا تو یہ قریب کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا وہ چاہے تو باقی رکھے یا رد کر دے، ہاں اگر قریب کا ولی غیبت منقطعہ (یعنی اگر ولی کے آنے یا اس سے رابطہ کرنے ومشورہ لینے میں مناسب رشتہ فوت ہو جائے) کے طور پر غائب ہو تو دور کے ولی کا کیا ہوا نکاح درست ہوگا۔ قرطبی نے اس سلسلہ میں امام مالکؒ کے تین اقوال نقل فرمائے ہیں: (۱) نکاح درست نہیں (۲) نکاح درست ہے (۳) ولی اقرب کو نکاح باقی رکھنے اور ختم کرانے کا اختیار رہے۔ یہ اقوال اس صورت سے متعلق ہیں جبکہ باپ کے علاوہ کسی اور ولی نے لڑکی کا نکاح کرایا ہو۔ قول مشہور کے مطابق امام مالکؒ کے یہاں باپ کے سوا کسی اور کو ولایت الزام حاصل نہیں ہے۔ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد (۵۲۰-۵۹۵) کی عبارت پیش ہے "**فاختلف فيها قول مالك فمرة قال إن زوج الأبعد مع حضور الأقرب فالنكاح منسوخ مرة قال النكاح جائز ومرة قال للأقرب أن يجيز أو يفسخ وهذا الخلاف كله فيما عدا الأب في ابنته**" (بدایۃ المجتہد ۲/۱۵، الفصل الاول فی الاولیاء الکلیات الازہریہ مصر) حضرت امام شافعیؒ (محمد بن ادریس) کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔ "**وقال الشافعي لا يعقد أحد مع حضور الأب لا في بكر ولا في ثيب**" (بدایۃ المجتہد ۲/۱۵، الکلیات الازہریہ مصر) امام شافعیؒ کے نزدیک ثیبہ وباکرہ میں سے ہر ایک کا نکاح باپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، اگر باپ نہیں ہے تو پھر سلطان کو اس کا حق ہے۔ "وقال

الشافعی یزوجها الحاکم لأنه تعذر الوصول إلی النکاح من الأقرب ... فیقوم الحاکم مقامه" (المغنی لابن قدامہ ۹/۲۸۵ دار عالم الکتب ریاض) چونکہ ولی اقرب تک رسائی متعذر ہے اس لیے ولی اقرب کے قائم مقام حاکم کو بنا دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں حنابلہ کا مسلک بھی وہی ہے جو حنفیہ کا ہے، ابن قدامہ (عبداللہ بن احمد... ۶۲۰) لکھتے ہیں إن الأقرب إذا غاب غیبة منقطعة فللأبعد من عصبتها تزویجها دون الحاکم وبهذا قال أبو حنیفة علیہ الرحمۃ "(المغنی ۹/۳۸۵، مسئلہ ۱۱۱۵ دار عالم الکتب ریاض) قریب کا ولی اگر غیبت منقطعہ کے طور پر غائب ہو تو دور کے عصبہ کو نکاح کرانے کا حق ہوگا، حاکم کو نہیں اور یہی قول ابوحنیفہؒ کا بھی ہے، امام زفر بن ہزیل (۱۱۰–۱۵۸) کے یہاں اس سلسلہ میں بڑی شدت ہے، ان کے یہاں قریب ولی کی زندگی میں کسی صورت میں دور کا ولی نکاح نہیں کرا سکتا، غیبت منطقعہ کی صورت میں بھی نہیں جب تک کہ موت کا یقین نہ ہو جائے، وہ اس مسئلہ کو میراث پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح وراثت میں قریب کے ہوتے دور والا وارث نہیں ہوتا، چاہے قریب حاضر ہو یا غیر حاضر اسی طرح قریب کی زندگی میں دور والے کی ولایت محجوب (رکی ہوئی) رہے گی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ مالکیہ وشافعیہ سے بھی زیادہ سخت ہیں، کیونکہ مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک (مالکیہ کے ناجائز والے قول کے مطابق) قریب تر ولی کے موجود نہ رہنے کی صورت میں کم از کم حاکم کو نکاح کرانے کا حق حاصل ہے، امام زفر اس کی بھی اجازت نہیں دیتے، وہ کہتے ہیں کہ حاکم کی ولایت دور کے ولی کی ولایت سے بھی دور ہے۔ امام سرخسی (محمد بن احمد...–۴۸۳) لکھتے ہیں "وزفر رحمه الله تعالیٰ یقول الأبعد لایزوجها لبقاء ولایة الأقرب وکذالک السلطان لایزوجها لأن ولایة السلطان متأخرة عن ولایة الأبعد فإذا لم تثبت الولایة للأبعد هنا فالسلطان أولی" (المبسوط ۴/۲۲۱ باب نکاح الصغیر والصغیرہ مطبعۃ السعادۃ مصر) وہ قول جسے پہلے نقل کیا گیا ہے جس میں نکاح قریب تر ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا (اور یہ اجازت بھی صراحۃً یا دلالۃً ضروری ہے محض سکوت کافی نہیں) "فلو زوج الأبعد حال قیام

الأقرب توقف على اجازته فلم يجعلو سكوته اجازة نكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرضى صريحا أو دلالة"۔ یہ قول جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ولایت کی بنیاد شفقت وہمدردی پر ہے اور اس لحاظ سے ولی قریب کے بالمقابل ولی البعید یقینی طور پر کمتر ہے اور قرابت کی دوری اور نظر وشفقت کی کمی کی بنیاد پر رشتہ میں کمزوری یا ناموافقت کا امکان بہرحال موجود ہے، اس لیے مناسب ہے کہ نفس ولایت وقرابت کے لحاظ سے نکاح اصل جائز ہو، البتہ دفع مضرت کے لیے قریب ولی کی اجازت پر موقوف ہو، اس طرح اس نقطۂ نظر میں دونوں جانب کی رعایت ہوجاتی ہے۔غیبت منطقعہ کی تعریف کے تعلق سے فقہ حنفی میں تین روایتیں ملتی ہیں :(۱) مسافت قصر "**وللأبعد التزويج بغيبته الأقرب**" (کنز الدقائق علی البحر ۱۲۶/۳) اقرب اگر قصر کی مسافت کے فاصلہ پر ہو تو ابعد نکاح کراسکتا ہے، فرید الدین عالم بن العلاء (...۔ ۷۸۶) تحریر کرتے ہیں : "**وفي الكبرى والصحيح ثلاثة أيام ولياليها وهى مسيرة سفر وبه يفتى**" (فتاوی تاتار خانیہ ۹۲/۴، مسئلہ ۵۶۲۰، الفصل الحادی عشر فی معرفۃ الاولیاء مکتبہ زکریا دیوبند)۔(۲) اتنی دوری کہ قافلے سال میں ایک بار پہنچ سکیں "**وفى التجريد والصحيح ان القوافل إذا كانت تصل فى السنة غير مرة فليست بمنطقعة وإن كانت لا تصل إلا مرة فهى منطقعة**"۔قدوری میں قول مختار اسے بھی کہا ہے۔(۳) ایسے مقام پر ہو کہ ولی قریب سے وقت کے اندر نکاح کے بارے میں مشورہ کرنا ممکن نہ ہو "**والأصح أنه إذا كان فى موضع لو انتظر حضوره واستطلاع رايه فأتها الكفو الذى حضر فالغيبة منقطعة**" (تاتارخانیہ ۹۲/۴، باب معرفۃ الاولیاء، مکتبہ زکریا دیوبند) ایسے مقام پر ہونا کہ اگر ولی قریب کے آنے اور اس کی رائے معلوم کرنے کا انتظار کیا جائے تو مناسب رشتہ فوت ہوجائے۔اکثر مشائخ متقدمین نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے، المجتبی اور المبسوط میں اسی کو اصح کہا گیا ہے، شرح الملتقی میں اس کو اصح الاقاویل کہا گیا ہے، الاختیار النقایہ اور المنہر میں اسی کو ترجیح دیا گیا ہے۔البحر میں ہے کہ

مشائخ متقدمین کی رائے پر فتوی دینا زیادہ بہتر ہے (تفصیلات کے لیے دیکھئے رد المحتار علی الدر ۴/ ۲۰۰، باب الولی مکتبہ زکریا) امام احمدؒ کا بھی ایک قول اسی کے قریب موجود ہے "**ففیقول الخرقی هی من لا یصل إلیه الکتاب أو یصل فلا یجیب عنه لأن مثل هذا تتعذر مراجعة بالکلیة فتکون منقطعة**" (المغنی ۹/ ۲۸۵، مسئلہ ۱۱۱۵، مطبع دار عالم الکتب ریاض) خرقی کی رائے میں اگر خط اس تک نہ پہنچ سکے یا پہنچ تو جائے لیکن جواب سے محرومی رہے یہ عدم مراجعت بھی تعذر مانا جائے گا اور اس پر غیبت منقطعۃ کا اطلاق ہوگا۔ یہاں ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہے کہ ولی قریب ہی موجود ہو مگر اس حالت میں نہ ہو کہ اس کی رائے سے فائدہ اٹھایا جا سکے تو یہ صورت بھی غیبت منطقعۃ میں شمار ہونی چاہیے۔ سقوط ولایت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قریب کا ولی کسی مناسب رشتہ کو بلا وجہ رد کردے یعنی اس رد کے پیچھے کوئی مصلحت نہ ہو (مثلاً کوئی اور مناسب رشتہ اس کے پیش نظر نہ ہو) تو یہ عضل ہوگا "**وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل تنتقل الولایة إلی الأبعد کذا فی الخلاصة**" (ہندیہ ۱/ ۲۸۵، باب الاولیاء دار الکتاب دیوبند)، فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب کا ولی بدون کسی مصلحت کے رشتہ رد کردے تو یہ ولایت دور کے ولی کی طرف منتقل ہوجائے گی۔ ایک دوسری تحریر ملاحظہ ہو "**وإذا خطبها کفء وعضلها الولی تثبت الولایة للقاضی) قال الرملی تقدم الإجماع علی أنها تنتقل إلی الأبعد فیحمل ما هنا علی من لیس لها ولي أبعد**" (حاشیہ ۳/ ۱۲۶، رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔ اگر کفو میں رشتہ آ رہا ہو اور ولی بغیر کسی مصلحت کے ادا کردے تو یہ ولایت دور کے ولی کی طرف منتقل ہوجائے گی دور کے ولی کے نہ ہونے کی صورت میں قاضی کی طرف منتقل ہوگی۔ واضح ہو کہ جس جگہ نظام قضاء نہ ہو وہاں ولی ابعد کی طرف منتقل ہوگی لیکن اس صورت میں ولی ابعد کی طرف سے مکرر اجازت شرط ہوگی "**ولو تحالت الولایة إلیه یعنی الأبعد لم یجز إلا باجازته بعد التحول قهستانی وظهیریة**" (الدر المختار ۱/ ۱۹۴، باب الولی مکتبہ زکریا) اگر ولایت دور کے ولی کی طرف منتقل ہوگئی تو اس سے دوبارہ انتقال کے بعد اجازت لینی ہوگی۔

سوال٦) اگر ولی نے لڑکی کا نکاح کرتے وقت خود لڑکی کے مصالح ومفادات کا لحاظ نہیں کیا بلکہ کسی دباؤ یا اپنے کسی مفاد کی خاطر نامناسب جگہ لڑکی کی شادی کردی لڑکی اس نکاح سے مطمئن اور راضی نہیں ہے اور قاضی کے یہاں فسخ نکاح کا دعوی لیکر آئی ہے۔ بیانات اور گواہوں کے بعد قاضی یہ محسوس کرتا ہے کہ ولی نے اس نکاح میں لڑکی کے مصالح ومفادات کا سرے سے لحاظ نہیں کیا تو وہ اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے یا نہیں۔ ولی کے معروف بسوء الاختیار ماجن اور فاسق اور متہتک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب٦) یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر باپ دادا معروف بسوء الاختیار نہ ہوں تو ان کے نکاح کا کیا حکم ہے اور ان دونوں کے علاوہ کا کیا حکم ہے، فسق اگرچہ حنفیہ کے نزدیک سلب اہلیت کا باعث نہیں ہے لیکن اگر باپ متہتک ہو جس کی تشریح علامہ ابن عابدین نے قاموس کے حوالہ سے نقل کی ہے "**في القاموس رجل متهتک و منتهک و مستهتک أی لایبالی أن یهتک سره**" (ردالمحتار علی الدر ۴/ ۱۵۳، باب الولی مکتبہ زکریا) وہ شخص جسے اپنے راز کے فاش ہونے کی پرواہ نہ ہو۔ ماجن کا معنی یہ ہے "**الماجن الذی لایبالی مایصنع و ماقیل له**" (رد المحتار علی الدر ۴/ ۱۷۱، مکتبہ زکریا) اتنا ڈھیٹ و بے حیا ہو کہ لوگوں کے کہنے سننے کا اس پر کوئی اثر نہ ہو تو اس باپ یا دادا کا کیا ہوا نکاح قاضی گواہوں کے بیانات کے بعد (جبکہ یہ واضح ہو جائے کہ ان دونوں نے ان کے مصالح ومفاد کا لحاظ نہیں کیا ہے) فسخ کرسکتا ہے، ثبوت فسخ سے پہلے اس نکاح میں زوجین کے درمیان وراثت کا عمل جاری ہوگا اور شوہر پر مہر لازم ہوگا، یہی رائے راجح ہے، طرفین کا مسلک بھی یہی ہے، لہٰذا عقد کے باعث بلوغ کے بعد خیار حاصل ہوگا اور جب عورت نے خیار بلوغ میں فسخ کو اختیار کیا اور قاضی نے دونوں کے درمیان جدائیگی کرادی تو یہ جدائی بغیر طلاق ہوگی اور اگر یہ فسخ دخول سے پہلے ہوا تو عورت کے لیے مہر لازم نہ ہوگا اور اگر دخول کے بعد ہو تو مہر مسمی (متعین کردہ) ملے گا کیونکہ شوہر نے معقود علیہ (جس پر معاملہ ہوا ہے) کو

حاصل کرلیا۔

معروف بسوء الاختیار کے تعلق سے ایک بات یہ عرض ہے کہ عام طور پر فقہاء ومشائخ کا رجحان یہ ہے کہ اگر باپ نے پہلے کسی لڑکی کے نکاح میں اپنے اختیارات کا غلط استعمال کیا ہوتب ہی اس دوسری لڑکی کا نکاح درست نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوتو یہ نکاح لازم ہوگا (ردالمحتار علی الدر ۴/ ۱۷۲، مکتبہ زکریا) لیکن بظاہر معروف بسوء الاختیار قرار پانے کے لیے خاص نکاح ہی کے معاملہ میں ناتجربہ کاری کا ظہور ضروری نہیں، بعض دفعہ دوسرے معاملات اور روزمرہ کے معاملات سے بھی یہ عیاں ہوجاتا ہے کہ یہ شخص اپنے اختیارات کے صحیح استعمال کی صلاحیت نہیں رکھتا یا قصداً اس کا ارتکاب کرتا ہے، اس لیے اگر کسی شخص کی ایسی ناتجربہ کاری خواہ خاص نکاح کے معاملہ میں تو سامنے نہ آئی ہو لیکن دوسرے معاملات میں اس سے ایسی ناتجربہ کاری کا ظہور ہوا ہو اور وہ کوئی ایسا نکاح کردے جو مصلحت ومفاد کے خلاف ہو تو اس نکاح کو درست نہیں ہونا چاہئے۔ مفادات کے لحاظ نہ کرنے کی چند صورتیں ہیں: اول یہ کہ ولی ہوش وحواس کی حالت میں نہ ہو اور نکاح اس نے کسی ایسے شخص سے کردیا ہو جو فاسق شریر ہو، لڑکی کے خاندان کے مقابلہ بہت غریب یا پیشہ کے اعتبار سے کمتر پیشہ والا ہو تو یہ نکاح درست نہیں۔ "**الكفائة معتبرة من جانبه لا من جانبها**" (تنویر الابصار علی الدر ۱/ ۱۹۴، باب الکفائۃ زکریا بک ڈپو) کفائت شوہر کی طرف سے معتبر ہے نہ کہ بیوی کی طرف سے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اپنی سفاہت وبیوقوفی وحرص ولالچ کی وجہ سے اختیارات کے غلط استعمال میں معروف ہے تو بالاتفاق اس کا کیا ہوا نکاح درست نہیں، شامی نے شرح مجمع کے حوالہ سے نقل کیا ہے "**لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهيه أو لطمعه لايجوز عقده إجماعا**" (ردالمحتار علی الدر ۴/ ۱۷۲، مکتبہ زکریا) اگر باپ لالچ وبیوقوفی میں شہرت یافتہ ہے تو بالاتفاق اس کا کیا ہوا نکاح درست نہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ فسق وفجور اور لاپرواہی کی وجہ سے اختیارات کے غلط استعمال میں معروف ہو تو ایسے باپ دادا کا کیا ہوا نکاح منعقد نہ ہوگا حتی "**لو كان معروفا بذالک مجانة وفسقا فالعقد باطل**

علی الصحیح" (البحر الرائق ۳/ ۱۳۵، رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

سوال ۷) ولی کون لوگ ہیں اور اولیاء میں باہم ترتیب کیا ہے؟

جواب ۷) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ولایت کی ترتیب اقرب فالاقرب کے اعتبار سے ہے اور یہ ترتیب عصبات میں اس طرح ہے: (۱) بیٹا اور پوتا اسی طرح نیچے تک، (۲) باپ اور دادا اسی طرح اوپر تک، (۳) سگا بھائی علاتی بھائی اور ان دونوں کے بیٹے اسی طرح نیچے تک، (۴) سگا چچا اور باپ شریک چچا اور ان دونوں کے بیٹے اسی طرح نیچے تک، معتمد قول کے مطابق وصی کو نابالغ اور نابالغہ کے نکاح کا اختیار نہیں اگرچہ باپ نے اس کی وصیت کی ہو۔ اگر عصبہ نہ ہوں تو ولایت ماں کو پھر دادی کو پھر نانی کو۔ اگر اصول میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے تو ولایت فروع کو حاصل ہوگی جیسا کہ گزر چکا کہ رشتہ دار کوئی بھی موجود نہ ہوں نہ عصبہ نہ غیر عصبہ تو پھر مولی الموالاۃ ولی ہوگا (مولی الموالاۃ اس مجہول النسب شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے سے کہے اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہو، اگر میں خیانت کروں تو تم میرے ضمانت دار ہو اور دوسرا اس کو قبول کرلے تو قبول کرنے والا شخص وارث اور دیت ادا کرنے والا ہوگا، اس کے بعد مولی العتاقۃ کا درجہ ہے، اس کے بعد سلطان اور قاضی کو۔ قاضی کو اس وقت جبکہ اس کے تقرری نامہ میں سلطان کی طرف سے اس حق کے دیئے جانے کی صراحت ہو۔ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی (...–۱۰۰۴) تحریر فرماتے ہیں: "**الولی فی النکاح العصبه بنفسه علی ترتیب الإرث والحجب**" (تنویر الابصار علی الدر ۱/ ۱۹۳، باب الولی زکریا بکڈپو)۔

نکاح کے باب میں اولیاء کی وہی ترتیب ہے جو میراث کی تقسیم میں عصبات میں سے میراث پانے اور نہ پانے کی ہے۔

حضرت امام محمدؒ کے نزدیک ولی اقرب باپ ہوتا ہے، مغنی کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام شافعی وامام احمد کی بھی یہی رائے ہے، امام مالک

کے یہاں تو ولی صرف باپ ہی ہوگا۔

سوال۸) کسی لڑکی کے اگر یکساں درجہ کے ایک سے زائد ولی ہوں اور اجازت ولی کو شرط صحت عقد قرار دیا جائے تو کیا نکاح کی صحت کے لیے کسی ایک ولی کی اجازت کافی ہوگی یا تمام مساوی اولیاء کا اتفاق ضروری ہوگا۔

جواب۸) اگر یکساں درجہ کے کئی ولی ہوں ان میں سے بعض نکاح پر راضی ہوں اور بعض راضی نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ(۸۰-۱۵۰) اور امام محمد(۱۳۱-۱۸۹) کے نزدیک بعض کی رضامندی دوسروں کے حق کو ساقط کردے گی، کیونکہ حق قرابت ایسی شیء ہے جس میں تجزی نہیں اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی غیر متجزی چیز کے جزء کا ساقط کرنا کل کا ساقط کرنا ہے، لہٰذا اگر کسی ایک ولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو دیگر اولیاء کا حق بھی ساقط ہوجائے گا "**لانه حق واحد لایتجزأ لأنه ثبت بسبب لایتجزأ**" (ردالمحتار علی الدر ۴/ ۱۵۸ باب الولی مکتبہ زکریا دیوبند) لیکن امام ابو یوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم (...-۱۸۱) اور امام زفر بن ہزیل (۱۱۰-۱۵۸) دیگر ائمہ مذاہب کے ساتھ اس پر متفق ہیں کہ اگر یکساں درجہ کے بعض اولیاء راضی ہوں تو دوسروں کا حق اعتراض ختم نہ ہوگا کیونکہ کفائت ایک حق مشترک ہے جو ہر ایک کے لیے ثابت ہوتا ہے، اگر متعدد شرکاء میں سے کوئی اپنا حق ساقط کردے تو اس کے دوسرے شریک کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ طرفین نے امان اور قصاص پر قیاس کیا جس طرح ایک مسلمان کسی حربی کو امان دیدے یا مقتول کے ورثاء میں سے کوئی ایک قصاص کو معاف کردے تو سب کی جانب سے ہوجاتا ہے دیگر ائمہ نے دین (قرض) پر قیاس کیا کہ اگر ایک شخص چند لوگوں کا مقروض ہو تو اگر ایک ان میں سے معاف کردے تو دوسرے حضرات کا قرض معاف نہیں ہوگا۔

آل انڈیا فقہی سمیناروں کا مقصد اللہ کی رضا، اس کی خوشنودی اور اس کے دین کی تشریح وترجمانی ہے تا کہ اسلام کے بقاء ودوام اور ہر عہد میں اسلام کی رہنمائی کی صلاحیت عملی

طور پر لوگوں کے سامنے آ سکے، آپ حضرات کے سامنے ولایت نکاح (جو اسلام کی منصفانہ تعلیمات اور انسانی معاشرہ میں عدل کے قیام کی ایک روشن مثال ہے) کی بابت مجمع الفقہ الاسلامی الہند کے گیارہویں سمینار (منعقدہ ۱۷/تا ۱۹/اپریل ۱۹۹۹ء) میں شرکاء سمینار کے درمیان بحث ومباحثہ کے بعد جو تجاویز پاس کی گئیں پیش ہیں:

۱- (الف): شریعت اسلامیہ میں ولایت نکاح کا مفہوم یہ ہے: کسی کو دوسرے کے عقد نکاح کا اختیار حاصل ہونا۔

(ب) اس کی دو صورتیں ہیں: ولایت اجبار- ولایت استحباب۔

ولایت اجبار: ایسا اختیار جو دوسرے کی رضامندی پر موقوف نہ ہو۔

ولایت استحباب: ایسا اختیار جو دورے کی رضامندی پر موقوف ہو۔

(ج) شرعا ولی کے لیے حسب ذیل صفات ضروری ہیں:

دماغی توازن کا درست ہونا۔ بالغ ہونا، آزاد ہونا، وراثت کا استحقاق ہونا، مسلمان ہونا، اولیاء کی ترتیب عصبات میں وراثت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

۲- ہر عاقل و بالغ کو خواہ مرد ہو یا عورت خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے اور جو بالغ نہیں یا جس کا دماغی توازن صحیح نہ ہو تو ان کے نکاح کا اختیار اولیاء کو حاصل ہے اور اس سلسلہ میں لڑکی و لڑکے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۳- عاقلہ بالغہ لڑکی کو ولی کی مرضی کے بغیر خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اولیاء اور لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہو۔

۴- عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفائت یا مہر کے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہ کرے تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔

۵- (الف): جس لڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے نابالغی میں کر دیا ہو وہ نکاح لازم

ہے، الا یہ کہ وہ لڑکی اس وجہ سے اس نکاح کو پسند نہ کرے کہ باپ دادا نے اس کا نکاح کسی لالچ میں آ کر یا لا پرواہی سے کام لیکر یا بدتدبیری کے ساتھ کردیا ہے یا ولی اعلانیہ فاسق ہے تو اس کو قاضی کے ذریعہ حق تفریق حاصل ہے۔

(ب) باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اولیاء کا کرایا ہوا نکاح درست ہے، البتہ اگر لڑکی اس نکاح پر مطمئن نہ ہو تو بوقت بلوغ اس کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

(ج) کنواری لڑکی کے لیے اس حق (خیار بلوغ) کا استعمال بوقت بلوغ ضروری ہے بشرطیکہ بلوغ سے پہلے اس کو نکاح کا علم ہو چکا ہو اور حکم شرعی کا بھی علم ہو بصورت دیگر اس کو یہ اختیار نکاح کا علم ہونے تک یا مسئلہ کا علم ہونے تک باقی رہے گا۔

(د) شوہر دیدہ یعنی ثیبہ لڑکی کو یہ حق (خیار بلوغ) اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک کہ اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار نہ ہو خواہ یہ اظہار صراحۃً ہو یا قرائن کے ذریعہ۔ اسی طرح یہ حق واختیار اس وقت تک رہے گا جب تک کہ اس کو مسئلہ کا یا نکاح کا علم نہ ہو۔

۶ — (الف): ایک سے زائد یکساں درجہ کے اولیاء موجود ہوں تو جو ولی پہلے نکاح کردے اس کا نکاح صحیح ہے۔

(ب) اور قریب تر ولی کی موجودگی میں نسبۃً دور کا ولی نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح کردے تو قریب تر ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا البتہ اگر قریب تر ولی کی رائے سے بروقت واقف ہونا ممکن نہ ہو اور تاخیر میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دور کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے۔

تشریح:

اسکے بعد علی الترتیب تجاویز کے دلائل تحریر کئے جا رہے ہیں:

۱۔ (الف): چونکہ یہ تجویز ولایت نکاح اجبار و استحباب دونوں پر مشتمل ہے اس لئے اس کی دلیل وہی ہوگی جوان دونوں کی درجہ ذیل ہے۔

(ب) "الولاية فى النكاح نوعان :ولاية إجبار و ولاية استحباب"۔

"ولاية الإجبار :هي تنفيذ القول على الغير شاء أو أبى" (البحر الرائق ۳/۱۰۹)۔

ایسے تصرف کا اختیار جو زیر تصرف کی رضا مندی پر موقوف نہ ہو۔

"ولاية استحباب :فهي حق الولي في تزويج المولى عليه بناء على اختياره و رضاه" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۸۸، دار الفکر) ایسا اختیار جو زیر ولایت کی رضا مندی پر موقوف ہو۔

(ج) "وشرعا البالغ العاقل الوارث" (تنویر الابصار علی الدر ۱/۱۹۱، زکریا بکڈپو)۔

شرعا ولی کے لیے عاقل، بالغ اور وراثت کا مستحق ہونا ضروری ہے۔ "ولن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلا" (النساء ۱۴۱)۔ ہرگز نہ دیگا اللہ کافروں کو مسلمان پر غلبہ کی راہ۔ "ولا ولاية للملوك على أحد الخ كذا فى محيط السرخسي . . . ولا لكافر على مسلم ومسلمة كذا في الحاوى" (فتاوی ہندیہ ۱/ ۲۸۴ دار الکتاب دیوبند)۔ غلام کو کسی پر اور نہ کافر کو کسی مسلم مرد و عورت پر ولایت حاصل ہے۔

آیت ربانی اور فقہی جزئیہ سے ولی کی دوسری دو صفات کا ثبوت ہو گیا۔

"والترتيب فى العصبات فى ولاية النكاح كالترتيب في الإرث" (ہدایہ مع الفتح ۲/۴۰۷ دار عالم الکتب ریاض)۔ اولیاء کی ترتیب عصبات میں وراثت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

۲۔ "فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف" (البقرہ: ۶) ان کو نہ روکو اس سے کہ نکاح کرلیں اپنے انہیں خاوندوں سے جبکہ راضی ہو جائیں آپس میں دستور کے موافق۔ "الأيم أحق بنفسها من وليها" (ابوداؤد ۲۰۹۶)۔ جس

عورت کا شوہر نہ ہو (خواہ وہ ثیبہ ہو یا باکرہ) اپنے نفس پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔

''تجوز مباشرۃ البالغة العاقلہ عقد نکاحها ونکاح غیرها مطلقا'' (فتح القدیر مع ہدایہ ۲/ ۳۹۱ دار عالم الکتب ریاض)۔ بالغہ عاقلہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے نیز دوسرے کا نکاح کرا بھی سکتی ہے۔

''ویجوز نکاح الصغیر والصغیرہ'' إذا زوجهما الولی بکرا کانت الصغیرہ أو ثیبا'' (ہدایہ ۲/ ۲۹۵، یوسفی لکھنو)۔

نابالغ لڑکے، نابالغ لڑکی کا نکاح خواہ وہ باکرہ ہوں یا ثیبہ جب ولی کردے تو یہ نکاح درست ہوگا۔

۳۔ ''ووجه الجواز أنها تصرفت فی خالص حقها وهی من أهله لکونها عاقله ممیزة ولهذا کان لها التصرف في المال ولها اختیار الأزواج وإنما یطالب الولی بالتزویج کیلا تنسب إلی الوقاحة'' (ہدایہ ۲/ ۲۹۴، یوسفی لکھنو) حق جواز یہ ہے کہ عورت نے اپنے اس حق میں تصرف کیا ہے جسے شریعت نے اسے عطا کیا ہے کیونکہ وہ عاقلہ ہے اور اچھے برے کی تمیز رکھتی ہے، اسی لیے اسے تصرف فی المال اور اپنے شوہر کے انتخاب کا حق ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ کام ولی کے ذریعہ انجام پذیر ہو، تاکہ اسے بے حیائی کی جانب منسوب نہ کیا جاسکے۔

۴۔ ''وإذا زوجت المرئة نفسها من غیر کفٔ فللأولیاء أن یفرقوا بینهما'' (ہدایہ ۲/ ۲۹۹، مطبع یوسفی)۔

''الحرة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل . . . إلا أن الزوج إذا لم یکن کفؤا فللأولیاء أحق الاعتراض'' (فتاوی تاتارخانیہ ۴/ ۱۰۰، مکتبہ زکریا)۔

''وإذا تزوجت المرئة ونقصت عن مهر مثلها فللأولیاء الاعتراض علیها

حتی یتم لها مهر مثلها أو یفارقها" (ہدایہ ۳۰۱/۲،مطبع یوسفی) مذکورہ تینوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ بالغہ کے غیر کفو اور مہر مثل سے کم پر نکاح کی صورت میں ولی کو حق اعتراض ہے۔ اور وہ تفریق کرا سکتا ہے۔

مگر یہ تفریق بذریعہ قاضی ہوگی جیسا کہ درج ذیل عبارت بتلا رہی ہے "**ولا تکون هذه الفرقة إلا عند القاضی**" (ردالمحتار علی الدر ۲۲۱/۴،مکتبہ زکریا دیوبند)۔

۵- (الف) : "**حتی لو عرف من الأب سوء الاختیار لسفهه أو لطمعه الخ وکذا السکران لو زوج من غیر الکفٔ کما فی الخانیة**" (رد المحتار علی الدر ۱۷۲/۴-۱۷۳،مکتبہ زکریا دیوبند) "**وما في البزازیه من أن الاب والجد إذا کان فاسقا فللقاضی أن یزوج من الکفٔ**" (ردالمحتار علی الدر ۱۵۳/۴،مکتبہ زکریا) مذکورہ دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگر ولی بیوقوف ولالچی وفاسق ہے تو اس کا کیا ہوا نکاح نہیں ہوگا مگر اس کے لیے بھی قضاء قاضی کی ضرورت پڑے گی "**وفي الظهیریة یفرق بینهما ولم یقل إنه باطل وهو الحق**" (البحر الرائق ۱۳۵/۳،مطبع رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)، ردالمحتار علی الدر ۱۷۲/۴ کی تحریر بھی پیش ہے "**ثم اعلم أن ما مر عن النوازل من أن النکاح باطل معناه أنه سیبطل کما فی الذخیرہ**" — نوازل میں جو یہ بات لکھی ہے کہ نکاح باطل ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ باطل کردیا جائے گا جس کے لیے قضاء قاضی کی ضرورت ہے۔

۵- (ب) : "**وإن زوجهما غیر الأب والجد فللکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء أقام علی النکاح وإن شاء فسخ ویشترط فیه القضاء**" (ہدایہ مع فتح القدیر ۴۰۷/۲-۴۰۸،دار عالم الکتب ریاض)۔

باپ ودادا کے علاوہ کے کئے ہوئے نکاح میں ان دونوں کو بلوغ کے بعد خیار کا حق ہوگا، چاہیں تو نکاح کو باقی رکھیں یا نکاح کو فسخ کردیں۔ فسخ کے لیے قاضی کا فیصلہ درکار ہوگا۔

۵ – (ج) : ”(لهما خيار الفسخ بالبلوغ) أي إذا علما قبله (أو العلم بالنكاح بعده) أي بعد البلوغ بأن بلغا ولم يعلما به ثم علما بعده“ (الدر المختار مع الرد ۴/۱۷۴–۱۷۵)، نابالغ ونابالغہ کو بلوغ کے بعد خیار فسخ ملے گا جبکہ نکاح کو قبل از بلوغ جان رہے ہوں اسی طرح اس وقت بھی خیار کا حق ہوگا جبکہ بالغ ہوتے ہی نکاح کا علم نہ تھا بعد کو ہوا۔

”إن لم تعلم بالنكاح فلها الخيار حتى تعلم فتسكت“ (ہدایہ ۲/۲۹۷، مکتبہ یوسفی لکھنؤ، مبسوط للسرخسی ۴/۲۱۵، مطبعۃ السعادہ مصر) نکاح کا علم ہونے کے بعد خاموشی اختیار کرے تب خیار ساقط ہوگا۔ نیز وہ خاموشی اختیار کرنے میں مختار ہو ”(بكل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة الخ“ (تنویر الابصار علی الدر ا/۱۹۳، زکریا دیوبند)۔

اس لڑکی کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بلوغ کے بعد اس کو شریعت نے خیار کا حق دیا ہے ”وقال محمد إن خيارها ممتد إلى أن تعلم أن لها خيارا كما في النتف“ (رد المحتار علی الدر ۴/۱۸۹، باب الولی مکتبہ زکریا دیوبند)۔

۵ – (د) : ”وكذالك الجارية إذا دخل بها الزوج قبل البلوغ ... يعنى لايبطل خيارها بالسكوت مالم تقل رضيت أو يجى منها مايعلم أنه رضا كالتمكين الخ“ ثیبہ کا خیار سکوت سے باطل نہیں ہوگا جب تک کہ رضا پر صراحت یا دلالت نہ پائی جائے (فتح القدیر مع ہدایہ وعنایہ ۳/۴۱۰، دار عالم الکتب ریاض)۔

تجویز کی دوسری شق کی دلیل (۵ – ج) میں ملاحظہ فرمالیں۔

۶ – (الف) : ”أيما امرئة زوجها وليان فهى للاول منهما الخ (ابو داؤد کتاب ۲۰۸۸ باب إذا أنكح الوليان، ترمذی ۱۱۱۰ باب ماجاء فى الوليين يزوجان۔ قال ابو عيسى هذا حديث حسن والعمل على هذا عند أهل العلم لا نعلم بينهم فى ذلك اختلافا إذا زوج أحد الوليين قبل الأخر فنكاح الأول جائز ونكاح الأخر مفسوخ الخ) جس عورت کی شادی دو

ولی نے کرادی تو جس نے اول کرایا وہ نکاح درست ہوگا دوسرا قابل فسخ ہوگا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہم کسی کا اختلاف نہیں جانتے یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ ولیان سے متساویان مراد ہے ''**هذا اذا كانا فى درجة واحدة**'' (تقریر ترمذی: ۳۵)۔ علاؤالدین حصکفی تحریر فرماتے ہیں ''**ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق**'' (الدرالمختار ۱/۱۹۴، باب الولی زکریا بکڈپو)۔

۶ – (ب) : ''**ولو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على اجازته**'' (الدرالمختار ۱/۱۹۴، باب الولی زکریا بکڈپو) لیکن اگر غیبت منقطعہ (یعنی اگر ولی کے آنے یا اس سے رابطہ کرنے یا اس کی رائے معلوم کرنے کا انتظار کیا جائے تو مناسب رشتہ فوت ہوجائے) کے طور پر غائب ہوجائے تو دور کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے۔ اسی کے مفہوم کو درجہ ذیل تحریروں میں ملاحظہ فرمائیں۔ ''**وإن كان الأقرب غائبا غيبة منطقعة جاز نكاح الأبعد**'' (تاتارخانیہ ۴/۹۱، مکتبہ زکریا) ''**والأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره واستطلاع رأيه فأتها الكفو الذي حضر فالغيبة منطقعة**'' (فتاوی تاتارخانیۃ ۴/۹۲، مکتبہ زکریا)۔

جو حضرات موضوع کے تعلق سے تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اکیڈمی کے مجلہ ''ولایت نکاح، اسلامی نقطہ نظر'' کا مطالعہ فرمائیں جس کی ضخامت ۶۳۸ صفحات پر محیط ہے، جس میں ملک وبیرون ملک کے ۵۹ حضرات کے قیمتی مقالات وتحقیقات ہیں۔ جن میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی پیش ہیں: دکتور مصطفی وہبہ زحیلی (دمشق یونیورسٹی شام)، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)، مفتی نظام الدین اعظمی (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)، مفتی مصلح الدین احمد (ڈیوز بری برطانیہ)، مولانا شمس پیر زادہ (بانی ادارہ دعوۃ القرآن ممبئی)، مولانا برہان الدین سنبھلی (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو)،